دبستانِ جھنگ__عصری تناظر

صدف نقوی

ABSTRACT:

"Beside the river chanab, there is a beautiful land of Jhang. Jhang is an immortal land of poetry and literature, love and affair, knowledge and wisdom and bravery and sacrifice. The city of Jhang has played a vulnerable role in Urdu literature and poetry. This land has flourished a number of renowned poets in Urdu verse. Undoubtedly, due to these reason the poetry of Jhang may be called as Jhang School of thought."

جھنگ شعروادب ، عشق ومحبت، علم وحکمت، بہادری وجانبازی کی لازوال دھرتی ہے یہ سرزمین زمانہ قدیم سے علم وادب کا گہوارہ رہی ہے اُردو شعر وادب کی دنیا میں شہرِ جھنگ نے اپنی استطاعت کے مطابق حصہ ڈالا ہے۔ اُردو زبان کے ممتاز ومنفرد صاحبِ فن شاعر پیدا کرنے کا شرف بھی اِسی سرزمین کو حاصل ہے۔

اِس دھرتی میں سلطان باہو، محبوب عالم شاہ جیونہ جیسی صاحبِ علم وفضل ہستیاں آسودئہ خاک ہیں تو کہیں مجید امجد، جعفر طاہر، شیرافضل جعفری، رام رِیاض، ساحر صدیقی اور معین تابش کے نغمے کا نوں میں رس گھولتے ہیں۔ تو کہیں صفدر سلیم سیال، عبدالعزیز خالد اور محمود شام کا فکرانگیز تخیل باطن کو روشنی دتیا ہے۔ اُردو سرزمین جھنگ نے علم وادب کے دامن کو جو وسعت دی ہے۔ اور اُردو زبان کے زخیرہ الفاظ میں جو اضافہ کیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے انھی شعراء وادباء کی علمی وادبی خدمات کی بنا پر جھنگ کو ایک دبستان کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔ جھنگ کے شعراء کی انھی خدمات کے اعتراف میں سید مظفر علی ظفر اپنی نظم ’’دیکھا جھنگ مگھیانہ دیکھا‘‘ میں لکھتے ہیں:

شعر وادب کے ماہر دیکھے
انجمؔ ، امجدؔ ، طاہرؔ دیکھے
باطن دیکھے ظاہر دیکھے
اور بہ چشمِ غائر دیکھے
دیکھا جھنگ مگھیانہ دیکھا (۱)

جھنگ کی شعری روایت کا آغاز دمودرداس ومودر سے ہوتا ہے۔ جس نے ہیر رانجھا کی داستان کو شعری قالب میں ڈھالا تھا۔ یہ جلال الدین اکبر کے دور کا ہندی شاعر تھا۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو بھی صوفیانہ شاعری میں اپنی مثال آپ تھے۔

جھنگ کے قدیم ترین شعراء میں محبوبِ عالم حضرت شاہ جیونہ بخاری کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اُردو ادب میں جھنگ کو ایک بلند مقام حاصل ہے۔ بیسویں صدی کے اہم شعراء میں کبیرا نور جعفری، شیر افضل جعفری مجید امجد، ساحر صدیقی، جعفر طاہر، خضر تمیمی وغیرہ پاکستان بننے تک شہرت حاصل کرچکے تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد جن شعراء نے نام پیدا کیا۔ اُن میں صاحب زادہ رفعت سلطان، سید مظفر علی ظفر، صفدر سلیم سیال، عبدالعزیز خالد، معین تابش، رام ریاض خواجہ محمد زکریا اور محمود شام وغیرہ شامل ہیں۔ دورِ حاضر کے شعراء میں گستاخ بخاری، فرحت عباس شاہ، علی نقی خان، غلام شبیر اسد، عامر عبداللہ اور غائر عالم وغیرہ شامل ہیں۔ خواتین میں اہم شاعرات فرخ زہراگیلانی، درانجم عارف، سعیدہ رشم ، مسرت جبیں زیبا شامل ہیں۔

جھنگ کی ادبی تاریخ بہت پرانی ہے سرزمینِ جھنگ نے اُردو ادب میں ایسے سپوت پیدا کیے ہیں جو شعری ادب پر مثل مہروماہ چمک رہے ہیں۔ ان میں سے اہم نام جو جدید شاعری کے حوالے سے قابلِ ذکر ہے۔ وہ مجید امجد کا ہے۔

بیسویں صدی کے انتہائی منفرد اور اہم شاعر عبدالمجید امجد تھے۔ وہ نہایت وسیع المطالعہ شخص تھے۔ فارسی، انگریزی، عربی، ہندی اور پنجابی زبان سے اچھی طرح واقف تھے۔ شاعری کے ساتھ شروع سے ہی لگاؤ تھا۔ اُن کے کلام میں موضوعات کی بوقلمونی کے ساتھ ہیت کا تنوع بھی نظر آتا ہے۔ اُن کی شاعری میں فکر اور جذبے کی گہرائی موجود ہے۔ اُن کی پوری شاعری پر وقت کا احساس حاوی نظر آتا ہے۔ ان کی نظموں میں لمحۂ حال کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ تاہم زندگی ، جبر، ازل، ابد، تہذیب، خدا، انسان، فطرت اور معاشرتی وسماجی موضوعات کو بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ عامر سہیل لکھتے ہیں:

''مجید امجید کثیر الجہتی افکار کا حامل شاعر ہے۔''(۲)

مجید امجد نے نظم اور غزل دونوں میں طبع آزمائی کی ہے۔ بلال زبیری مجید امجد کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جدید اُردو غزل میں فلسفہ اور فن کے امام مانے جاتے ہیں۔''(۳)

مجید امجد کی شاعری میں زیست کا سرمایہ موجود ہے۔ غزل اور نظم دونوں میں اُن کا انداز جداگانہ ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

''اُس کی نوا میں دِل شکستگی اور ناتمامی کی خلش ہر جگہ ہے۔ وہ تنہائیوں اور بیابانی کیفیتوں کا مصوّر ہے۔ مگر کائنات کی ظاہری سطح سے ذرا نیچے جو عجائب وغرائب وطلسمات موجود ہیں۔ اُن کا انکشاف بھی اُس کی خصوصیت ہے۔ اُس کی شاعری تمدنّ کے بازاروں سے دور اُس زندگی کی راز دار ہے جو بہت سادہ ومعصوم ہے۔''(۴)

مجید امجد نے اپنے نظریے کو کسی مخصوص تحریک سے وابستہ نہیں کیا۔ اُن کی مشاہداتی قوت، ترفع تخیل اور عصری آگہی نے ہی اُن کی شاعری کی شکل متعین کی ہے نظموں میں اکثر جگہ وہ ماضی سے رشتہ استوار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ کہنہ یادوں کو فراموش نہیں کرتے۔ اُن کے نزدیک یادیں انسان کی پہچان ہے۔ انسان کی جڑ ہے۔ رفیق سندھیلوی اِس حوالے سے لکھتے ہیں:

’’مجید امجد یادوں کی نقل وحمل کا شاعر ہے یاد کی کمند پھینک کروقت کی بالائی چھتوں تک رسائی حاصل کرلینا اُس کا محبوب مشغلہ ہے۔‘‘(۵)

مجید امجد جدید اُردو شاعری میں ممتاز ومنفرد حیثیت کے مالک ہیں۔ اُنھوں نے نظمِ جدید کے فکری آفاق کو وسعت دی۔ اُنھوں نے نئے تخلیقی تجربے کو تاریخی انسان کے وجودی ثمرات کے ساتھ ہم آہنگ کرکے ایسا جہانِ معنی تخلیق کیا ہے۔ جس کی بے کراں وسعتوں سے اُردو شاعری واقف نہ تھی۔ انھوں نے شاعری میں کھوکھلے پن کی بجائے نئے تجربے اور نئے رحجان کو فروغ دیا۔ عامر سہیل مجید امجد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

’’مجید امجد کا وسیع تخیلاتی ذہن، دقیق مطالعہ اور زبان پر مکمل عبور اُسے مستقبل کی پیش نہیں کرنے پر اُکساتے ہیں۔ مجید امجد اُردوشاعری کی وہ مقبول ہستی ہے جس نے اکیسویں صدی کے ادبی تقاضوں کو نہ صرف سمجھا ہے۔ بلکہ اپنی شاعری کو اِن تقاضوں کے مطابق ڈھالا بھی ہے۔‘‘(۶)

مجید امجد اُردو شاعری کا وہ روشن ستارہ ہے جس کی تباناکی میں وقت کے ساتھ اور اضافہ ہوگا۔

جھنگ دھرتی سے تعلق رکھنے والی ایک اور شخصیت کیپٹن جعفر طاہر ہیں۔ اُن کا اصل نام سید علی شاہ تھا۔ لیکن اُردو ادب میں جعفر طاہر کے نام سے شہرت حاصل کی۔ جعفر طاہر جدید ادب کی ایک نہایت قد آور شخصیت تھے۔ جنھوں نے خاص طور پر نظم کی صنف کینٹوز کی وجہ سے شہرت حاصل کی۔ انھوں نے روایتی مضامین کو بھی نئے تناظر میں پیش کیا ہے۔ اس طرح انھوں نے کلاسیکی روایت کے ساتھ بھی اپنا رشتہ اُستوار رکھا ہے۔ جعفر طاہر فنِ شاعری میں خدا داد صلاحیتوں کے مالک تھے۔ سلیم تقی شاہ لکھتے ہیں:

’’جعفر طاہر بھی میرو ؔغالب ؔکی طرح تلمیذ الرحمن تھے۔ لیکن اُن کے ذوقِ شعری کو مہمیز مجید امجد، شیر ا فضل جعفری اور احمد ندیم قاسمی جیسے شعراء نے لگائی۔ شیرافضل جعفری اور احمد ندیم قاسمی کا شمار اُن کے حلقہ احباب میں تھا۔ جب کہ مجید امجد سے تعلقات کی نوعیت ارادت مندانہ تھی۔‘‘(۷)

جعفر طاہر کا شمار اُن اہم شعراء میں ہوتا ہے۔ جن کی بعض غزلیات کو اُن کے عہد کے نامورادبی رسائل نے بار بار شائع کیا۔ اُن کی وسعتِ علمی اور تخلیقی صلاحیتوں کا ایک زمانہ متصرف تھا۔ وسعتِ علمی کی بنا پر ہی انہیں ’’شاعر ہفت زبان‘‘ بھی کہا جاتا تھا۔ کیونکہ اُن کو اُردو، پنجابی، بنگالی، سنکرت، فارسی، ہندی، عربی اور انگریزی پر مکمل عبور تھا۔

جعفر طاہر نے جھنگ کی شعری روایت میں اپنی بھرپور استطاعت کے مطابق بڑا مضبوط اور مستحکم حصہ ڈالا ہے۔

جعفر طاہر نے غزل اور نظم کے علاوہ قصائد بھی لکھے ہیں اُنھوں نے قصائد کے لیے خاندانِ رسول مقبول کی اُن برگزیدہ شخصیات کو بطور ممدوح اپنایا ہے کہ اِس سے پہلے کسی اور شاعر کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔ ان شخصیات میں حضور کے پردادا حضرت ہاشم، آپ کے دادا عبدالمطلب ، حضرت ابوطالبؑ، حضرت خدیجہ الکبریٰؑ، حضرت جعفر صادقؑ اور امام مہدیؑ شامل ہیں۔ قصائد کے علاوہ اُن کی مذہبی شاعری میں سلام، نوحے اور مراثی شامل ہیں اِن کا تینوں کا تعلق میدان کربلا میں

اہل بیت پر ہونے والے مظالم سے ہے۔ انھوں نے اِس الم ناک واقعے کے بیان میں جس سوزوگداز کا مظاہرہ کیا ہے۔ کوئی بھی آنکھ پر نم ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

مجموعی طور پر جعفر طاہر نئے راستوں اور نئی منزلوں کے شاعر ہیں اور اپنے منفرد اسلوب کی بنا پر جھنگ کی شعری روایت کے ساتھ ساتھ اُردو شاعری کی تاریخ میں قابل قدر اضافہ ہیں۔

جھنگ رنگ کے ملنگ شاعر شیر افضل جعفری ادب کی دنیا کا وہ گوہر ہے۔ جس نے اپنے فن کو اپنی ثقافت سے مربوط کیا ہے۔ وہ معاشرے کی سطح پر دوستی اور محبت کے علمبردار تھے۔ اُن کے کلام میں شعریت اور جذبات کار چاؤ نظر آتا ہے وہ شروع میں ادب برائے ادب کے قائل تھے۔ لیکن جلد ہی وہ ادب برائے زندگی اور پھر ادب برائے عاقبت کے قائل ہوگے۔ شیر افضل جعفری کی غزل میں جھنگ کی تہذیبی سرگزشت سنائی دیتی ہے۔ محمد ممتاز ملک لکھتے ہیں:

''شیر افضل جعفری اُن شاعروں میں سے ہیں جن کی غزل اُن کے ذاتی احساسات وجذبات کے ساتھ گردوپیش کے حقیقی تصورات کو پیش کرتی ہے۔''(۸(

شیر افضل جعفری جھنگ کے ماحول، قدرت کے حسین مناظر، حسن وعشق کے قصے، دریائے چناب غرض کہ جھنگ کی ہر چیز کو شعر کے قالب میں ڈھالا ہے اُن کے چند اشعار دیکھیے:

دے کے اُردو کو جھنگ رنگ افضل
ہم نے کوثر میں چاندنی گھولی (۹(

وقت کے جھنگ رنگ ٹیلوں پر
آدمیت اُگا رہا ہوں میں (۱۰(

شیر افضل جعفری کے ہاں موضوعات کا تنوع ہے ۔ ان کی غزل کا لہجہ قلندرانہ ہے۔ اُن کے نظریات مسلسل غوروفکر کی علامت ہیں۔ جھنگ دھرتی کو وہ ماں سمجھتا ہے۔جہلم کے پانی کو وہ آبِ حیات سمجھتا ہے۔ ڈاکٹر انورسدید لکھتے ہیں:

''شیر افضل جعفری نے لفظ کو پنجاب کی سرزمین کے ساتھ منسلک کیا اور ایک والہانہ سرمستی کی کیفیت پیدا کی۔ انہیں بجا طور پر جھنگ کا ملنگ شاعر کہا گیا ہے۔''(۱۱(

شیر افضل کی نظموں میں دیس سے والہانہ محبت نظر آتی ہے۔ اُس کی نظموں میں ''جھنگ رنگ'' ''میرے دیس میں'' ''بنتِ چناب'' چناب کی رانی'' اور دوسری بہت سی نظموں میں دھرتی سے عشق نظر آتا ہے۔ اُن کا کلام میں جھنگ کی خوشبو، کہیں سوہنی کی وفا اور ہیر کی مہکار محسوس ہوتی ہے۔ ڈاکٹر طاہر نسوی لکھتے ہیں:

''شیر افضل جعفری نے اُردو شاعری کو ایک نئے ذائقے سے روشناس کرایا ہے۔ جس میں علاقائی اور پاکستانی تہذیب وثقافت، کلچر، رسوم ورواج اور عشقیہ کرداروں کی گونج سنائی دیتی ہے۔''(۱۲(

شیر افضل جعفری نے زبان کو ابلاغ کی ایک نئی صورت سے ہم کنار کیا ہے اور اُردو ادب کے شعری سرمائے میں خوبصورت اضافہ کیا ہے۔

ریاض احمد ۱۹۳۳ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے شروع میں شگفتہ تخلّص کرتے تھے۔ لیکن بعد میں رام تخلّص اختیار کیا۔ اُن کا خاندان پانی پت سے ہجرت کرکے جھنگ شہر میں آباد ہوا۔ ۱۹۶۴ء میں گورنمنٹ کالج جھنگ کے طالب علم اور کالج کے علمی وادبی مجلے ''کارواں، کے مدیر رہے۔ پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۶۵ء میں ایم۔ اے اُردو کیا۔ پبلسٹی آفیسر کی حیثیت سے خاندانی منصوبہ بندی لاہور میں ملازمت کی۔ لیکن جلد ہی ملازمت سے سکبدوش ہوگے۔ اُن کی ساری عمر تنگدستی اور غربت میں بسر ہوئی۔ شفیع ہمدم ''دل دوستاں سلامت'' میں رام ریاض کے بارے میں لکھتے ہیں:

''رام ریاض کی ساری عمر عسرت اور تنگدستی میں گزری۔ اُس نے خاندانی منصوبہ بندی میں پبلسٹی آفیسر کی حیثیت سے ملازمت کی۔ مگر ملازمت چھوٹ گی۔''(۱۳(

رام ریاض نے ساری عمر پریشانیوں میں بسر کی۔ نامساعد حالات بے روزگاری اور فاقہ کشی جیسی تلخ حقیقتیں ساری عمر سائے کی طرح اُس کا پیچھا کرتی رہیں۔

رام ریاض کا پہلا شعری مجموعہ ''پیڑ اور پتے'' ۱۹۸۵ء میں شائع ہو اور دوسرا شعری مجموعہ ''ورقِ سنگ'' کے نام سے ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا۔ اِن کے دونوں شعری مجموعے غزلیات پر مشتمل ہیں۔ لیکن رام ریاض نے نظمیں بھی لکھی ہیں۔ غریب اور پسے ہوئے طبقات کا دُکھ اُن کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ اُن کی غزل کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ اپنے لہجے اور انداز سے پہچانا جاتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:

''رام ریاض کی غزل جہاں نئی ہے وہیں سراسر اُس کی اپنی بھی ہے کہ بنیادی جذبوں کو وہ اپنے تجربوں اور مشاہدوں کے تناظر میں کچھ اِس اسلوب سے غزل کا جامہ پہناتا ہے کہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے اور دِل میں بھی اُتر جاتی ہے اور یہ خیال بھی آتا ہے کہ اِس بات کو اِس انداز سے صرف رام ریاض ہی کہہ سکتا تھا۔''(۱۴(

رام ریاض کی غزل میں جذبے کی صداقت، احساس کی حدت اور لہجے کی تہذیب کی، عکاسی ہوتی ہے رام ریاض کے چند اشعار دیکھیے:

کوئی آندھی کا، کوئی حبس کا فریادی ہے
سانس لینے کی یہاں کس قدر آزادی ہے
یہ تماشا بھی دکھایا، بڑے شہروں نے ہمیں
لوگ سمٹے ہوئے، پھیلی ہوئی آبادی ہے
اُس کا ماتم نہ سہی، ذکر تو کرسکتے ہیں
پسِ دیوار ہمیں اتنی تو آزادی ہے (۱۵(

رام ریاض کی شاعری میں ہمیں تجربے کی صداقت کا فنکارانہ اظہار نظر آتا ہے۔ یہ احساس ایک سچے اور باشعور انسان کا ہے۔ اُن کے اشعار ہمارے دِل کو چھوتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اور یہی ایک حقیقی فنکار کی نشانی ہوتی ہے۔ شفیع ہمدم لکھتے ہیں:

''اکثر اشعار براہ راست دل کو چھوتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔''(۱۶(

رام ریاض کا کلام روایت اور جدیدیت کا حسین امتزاج ہے۔ اُس کی غزل ہر دور کی غزل ہے۔ رام ریاض خود بھی خوش گلو تھے۔ اُن کے کلام میں تغزل کی روانی ملتی ہے۔ مترنم بحروں کا استعمال کلام کو رواں بنا دیتا ہے۔ اِس حوالے سے اُن کی یہ غزل دیکھیے:

یادوں کے دریچوں کو ذرا کھول کے دیکھو
ہم لوگ وہی ہیں کہ نہیں، بول کے دیکھو (۱۷(

غنیمت علی ساحر صدیقی جھنگ کے اُستاد شاعروں میں سے ایک تھے۔ اپنے زمانے کے بلند پایہ شاعر تھے۔ لیکن اُن کی زندگی میں اُن کا کوئی شعری مجموعہ شائع نہ ہوسکا۔

ساحر صدیقی جالندھر میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے وقت پہلے لاہور اور پھر جھنگ میں رہائش پذیر ہوئے۔ انھوں نے ہجرت کا المیہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہجرت کے وقت اُن کے جواں سال بھائی نعمت کو ہندؤوں نے شہید کردیا۔ اُس کی لاش کو اپنے گاؤں کی ایک نرس کے حوالے کر کے آپ وہاں سے نکلے۔ یہ دکھ ساری زندگی اُن کو ستاتا رہا۔ ناصر کا ظمی کی طرح دوستوں کا بچھڑنا اور ہجرت کا دکھ اُن کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ پاکستان بننے کے چند سال بعد جب آپ انڈیا مشاعرے میں شرکت کے لیے گے تو وہاں آپ نے اپنی مشہور ترین غزل پڑھی جو بعد میں صنعتی پاکستان، فیصل آباد کے شمارے میں شائع ہوئی:

تیرے ملنے کا سماں یاد آیا
پھر چراغوں کا دھواں یاد آیا
غالبؔ ومیرؔ کی دلّی دیکھی
دورِ آشفتہ سراں یاد آیا (۱۸(

ساحر صدیقی کی غزل روایتی انداز کی غزل ہے۔ اُن کی غزل اُن کے جذبات، احساسات اور قلبی واردات کا آئینہ ہے۔ ساحر صدیقی ترنم کے ساتھ اپنا کلام پڑھتے تھے پاکستان اور ہندوستان میں اپنی خوب صورت آواز کی وجہ سے مشہور تھے ۱۹۵۵ء میں جھنگ کلب میں کل پاکستان مشاعرہ ہوا۔ جس کی صدارت جگر مراد آبادی نے کی۔ ساحرنے جب ایک غزل ترنم سے پڑھی تو جگر مراد آبادی نے انہیں اپنے پاس بلایا اور پھر لائل پور کاٹن ملز کے مشاعرے میں اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں بھی ساحر نے مشاعرہ لوٹ لیا اُس غزل کے چند اشعار دیکھیے:

اے دوست ذرا اور قریبِ رگ جاں ہو
پھر جانے کہاں تک شبِ ہجراں کا دھواں ہو (۱۹(

ساحر صدیقی جھنگ کا وہ قابلِ فخر شاعرہے۔ جس کی شاعری پر اُردو دان طبقے کو ناز ہے۔ حبیب جالب، احمد ندیم قاسمی اور احسان دانش جیسے شعراء اُس کے دوستوں میں سے تھے۔ اُردو ادب کے سرمائے میں اُس کا کلام کلاسیکی رنگ لیے ہوئے اپنی بہاردکھا رہا ہے۔

جھنگ کی شعری روایت کے امین شاعر ہیں۔ اُن کے تین شعری مجموعے ''دھول کے پیرھن'' ''شہرِ آب، اور ''مہربہ لب رواں دواں، شائع ہوچکے ہیں۔ ''دھول کا پیرھن'' کا دیباچہ وہ مجید امجد سے لکھوانا چاہتے تھے۔ لیکن مجد امجد کو خالق حقیقی سے اتنی مہلت نہ مل سکی۔ جھنگ کے شاعروں

میں سے جعفر طاہر کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے جبکہ شیر افضل جعفری معین تابش کے کلام کے بڑے مداح تھے۔ معین تابش کے فنِ شاعری کے حوالے سے شفیع ہمدم لکھتے ہیں:

''معین تابش اتنے فنافی الفن ہیں۔ کہ اُن سے ہاتھ ملانے والے شخص کے اندر بھی شاعری کے جراثیم پیدا ہوجاتے ہیں۔''(۲۰)

معین تابش کا شمار اُردو کے جدید غزل گوشعراء میں ہوتا ہے وہ ادب برائے زندگی کے قائل تھے معاشرتی موضوعات کواپنے کلام کا حصہ بنایا ہے۔ لیکن اندازِ بیاں جدّت لیے ہوئے۔ غزل کے ساتھ ساتھ آزاد نظم بھی لکھتے ہیں خصوصاً مختصر اور جامع نظموں میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اُن کی نظم ''دست وگریباں'' دیکھیے:

اپنے آپ سے
دست وگریباں

یوں بھی رہے ہم دنیا میں
جیسے موجیں خود سے اُلجھ کر
رہ جاتی ہیں دریا میں(۲۱)

معین تابش کی غزل کلاسیکی رنگ کے قریب ہے انھوں نے معاشرے کے بدلتے ہوئے معیارات اور رویوں کو موضوعِ بحث بنایا ہے وہ الفاظ کے چناؤ میں بھی غور وفکر سے کام لیتے ہیں۔ اُن کی غزلوں کے چند اشعار دیکھیے:

تخلیق کریں تازہ غزل کس کے لیے اب
بنوائیں نیا تاج محل، کس کے لیے اب (۲۲)

معین تابش کو جھنگ شہر سے پیار تھا۔ اُن کی شاعری میں یہ شہر بے مثال کبھی شہر گل، کبھی اَنا کا شہر، کبھی شہرِ علم، کبھی قریہ دل، اور کبھی سوچ کا حصار بن کر آتا ہے۔ اُن کی غزل کا ہر شعر ایک داستان ہے۔ اُن کے کلام سے اُن کے قلب ونظر کی کشادگی ظاہر ہوتی ہے۔ اُن کی غزل جدید اُردو غزل کی تمام امتیازی خصوصیات سے لبریز ہے اور اُن کے نام کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔

صفدر سلیم سیال جدید اور منفرد لہجے کے ایک اہم شاعر ہیں۔ ان کی شاعری کی فنی ساخت کو سمجھنے کیلئے ان کی شاعری کے موضوعات کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ان کی شاعری میں موضوعات کا تنوع ہے اور یہ موضوعاتی تنوع کی اُن ادبی شان میں اضافہ کرتا ہے۔ڈاکٹر ناصر عباس نیر لکھتے ہیں:

''صفدر سلیم سیال کے اولین شعری مجموعے کے ضمن میں یہ بات اِس لیے بامعنی ہے کہ انھوں نے ہر دستیاب اور معلوم بات کو منظوم نہیں کیا۔ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے یا اِس مجموعے میں پیش کیا ہے وہ لوحِ جہاں پر حرفِ مکرر نہیں حرفِ تازہ ہے۔''(۲۳)

غزل میں شاعر کی داخلی شخصیت کار فرمانظر آتی ہے۔ غزل کے مضامین واردات قلبی اور لطیف جذبات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ صفدر سلیم سیال غزل میں نئے لہجے کے نقیب ہیں۔ جذباتی سطح پر

متوازن کیفیات کے حامل نظر آتے ہیں۔ فکری اور تخلیقی سطح پر فعال نظر آتے ہیں۔ انھوں نے اسلوب کی تازہ کاری اور مضامین نوکے تعارف سے غزل کو نئے مدار میں لانے کی کوشش کی ہے۔ ڈاکٹر ناصر عباس نیر کے خیال میں ان کی غزل ہر حرف تازہ یعنی ہر شعر فنی بیانیہ ہے۔ فنی بیانیہ دراصل ایک ایسے تجربے کی تجسیم ہے جو مخصوص زبان ومکاں میں واقع ہوتا ہے فنی بیانیے کا مفہوم اس وقت روشن ہوتا ہے۔ جب اُسے مہابیانیہ کے مقابل رکھا جائے۔ مہابیانیہ کسی صداقت کو آفاقی بنا کر پیش کرتا ہے۔ اور یہ اس وقت ہوسکتاہے جب صداقت کو زمان ومکاں سے الگ کرلیا جائے۔ جب کہ فنی بیانیہ زمانی ومکانی تناظر کا پابند ہوتا ہے۔ غزل میں مہابیانیے اور فنی بیانیے دونوں ہوسکتے ہیں۔ صفدر سلیم سیال کی غزل کے چند فنی بیانیے دیکھیے:

جو دیکھتا ہوں میرا قلم وہ نہ لکھ سکے
اچھا یہی ہے اب مری بینائی ختم ہو (۲۴(

کہنا پڑا تو ہم نے سرِدار بھی کہا
لیکن کسی کو کچھ بھی پس در نہیں کیا (۲۵(

صفدر سلیم سیال کے نزدیک زندگی آگ کا ایسا دریا ہے۔ جس کو ہر ایک کو خود ہی عبور کرنا ہوگا... دستارِ فضیلت اُن کیلئے ہے۔ جو موت سے ڈر کر رکتے نہیں ہیں۔ ان کا اپنے اوپر اعتماد انہیں منفرد بناتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی اِس حوالے سے لکھتے ہیں:

''صفدر نے دورِ رواں کی ایک ایسی غزل اور نظم کہی ہے۔ جو روحِ عصر سے ہم آہنگ ہونے کے باوجود سینکڑوں میں قطعی طور پر پہنچائی جاتی ہے۔''(۲۶(

صفدر سلیم سیال کی اِسی انفرادیت کے حوالے سے احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:

''صفدر سلیم سیال کا پہلا امتیاز یہ ہے۔ کہ وہ اپنے لہجے سے پہنچانا جاتا ہے۔ اور یہ جھنگ کا لہجہ ہے۔ یہ وہی منفرد لہجہ ہے۔ جسے جھنگ کے دوسرے نامور شعراء نے اپنی تخلیقات میں استعمال کیا ہے۔''(۲۷(

صفدر سلیم کی شاعری اور ادبی مقام کے حوالے سے خورشید رضوی لکھتے ہیں:

''جھنگ کی عمیق ادبی روایت کے امین جناب صفدر سلیم سیال کسی تعارف کے محتاج نہیں ہے۔ ان کی طویل ریاضت نے ایوان شعر میں ان کے لہجے کو ایک الگ شناخت عطا کردی ہے۔''(۲۸(

صفدر سلیم کے لہجے کی اِس انفرادیت کو دیکھنے کے لیے ان کے چند اشعار دیکھیے:

کیدؤوں کی شاہی میں ایک نرم دِل دکے
کر دیا مجھے پیدا جھنگ کے سیالوں میں (۲۹(

درد کی دولت ملی ، تو صاحبِ عرفاں ہوئے
ورنہ ہم بھی دوستو ، اِک عام سے انسان تھے (۳۰(

صفدر سلیم کی انہی خوبیوں کی وجہ سے جھنگ کے شعرا میں انہیں اہم مقام حاصل ہے۔

عبدالعزیز خالد ۱۴ جنوری ۱۹۲۷ء کو تحصیل نکوہ ضلع جالندھر کے ایک گاؤں پرجیاں کلاں میں پیدا ہوئے پرائمری تک تعلیم اپنے گاؤں پرجیاں کلاں سے حاصل کی۔ میٹرک ۱۹۴۴ء میں کیا۔ قیامِ پاکستان کے وقت اِن کاخاندان ہجرت کرکے جھنگ میں سکونت پذیر ہوا۔ انھوں نے ایم۔اے معاشیات کے بعد محکمہ انکم ٹیکس میں ملازمت اختیار کی اور کمشنر انکم ٹیکس کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ ۲۰۱۰ء میں آپ کی وفات ہوئی۔

عبدالعزیز خالد کا فلسفہ عام روایت سے ہٹ کر ہے۔ انھوں نے شاعری کو اسلامی فکر سے آشنا کیا۔ آپ کو اُردو ، فارسی، عربی، عبرانی، انگریزی، ہندی اور سنکرت زبانوں پر مکمل عبور تھا۔ آپ کی تصانیف کی خاصی کثیر تعداد شائع ہوئی ہے۔

عبدالعزیز خالد کی یہ کتابیں منقبت، نظم اور غزل پر مشتمل ہیں۔ اِس کے علاوہ نعت رسول مقبول کے حوالے سے اُن کے سات مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ جو ''لحنِ صریر'' فارقلیط'' منحمنا'' عبدہ، ماذ ماذ، طاب طاب اور حمطایا کی سیرت اور عظمت وکردار کی خوبیوں کو بیان کیا گیا ہے

فیض احمد فیض عبدالعزیز خالد کے فکروفن کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''عبدالعزیز خالد اور اُن کا کلام محتاجِ تعارف نہیں۔ اُن کے متعدد ضخیم مجموعے اُن کی پختگی فکر اور قدرتِ کلام پر شاہد ہیں۔''(۳۱(

عبدالعزیز خالد کے کلام میں عربی الفاظ کی آمیزش ہے۔ اُن کا فکروفلسفہ اقبال سے مشابہ ہے ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

''عبدالعزیز خالد کا فن اقبال کے انداز میں عربی کے بعض ٹکڑوں کو اُردو میں نگینہ جڑنے تک محدود نہیں ہے۔ انھوں نے نظم میں موضوع کی رعایت اور قافیے کی بعض مجبوریوں سے یقینا عربی الفاظ سے زیادہ کام لیا ہے لیکن ٹھیٹھ اُردو کے قوافی سے بھی وہ بے نیاز نہیں رہے۔''(۳۲(

عبدالعزیز خالد نے طویل اور مختصر نظمیں لکھی ہیں۔ طویل نظموں میں ''حکایت نے، برزخ، اور سوغات وغیرہ اہم ہیں اُن کی نظم ''حکایتِ نے'' کے اشعار دیکھیے:

تو گل ہے اور میں بلبل ، تو سرو میں صلصل
ہوئی سپھل نہ اگر کا منا، تو کس کی خطا
اثر پرندے کی فریاد کامری لے میں
گماں ہے میری نوا پر حکایت نے کا (۳۳(

عبدالعزیز خالد کی غزل بھی عام رنگ سے مختلف ہے۔ خصوصاً جب غزلوں میں نعتیہ اشعار اور اسلامی تاریخی حوالوں کے اشعار نظر آتے ہیں۔ اُن کے ہاں فطرت سے محبت اور سائنسی شعور کے ساتھ عالمانہ وجدان بھی نظر آتا ہے۔ شاعری میں حسن وعشق سے لبریز اشعار بھی ملتے ہیں۔ چند اشعار دیکھیے:

فراز کہکشاں سے اِک ستارہ سوئے بام آیا
دِل وجاں کو نسیم نو بہاراں کا پیام آیا (۳۴(

عبدالعزیز خالد کا فن اپنی دل کشی، اخلاص، ادبیت اور معنویت کا حسین امتزاج ہے۔ اور محاسنِ شعری کے لحاظ سے اُردو وادب میں منفرد مرتبے کا حامل ہے۔

سید محمد منیر شاہ نام، قلمی نام گستاخ بخاری جھنگ کی عصری شعری روایت میں ایک قابل قدر اضافہ ہیں۔ اُن کے نظم اور غزل کے کافی مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ گستاخ بخاری کو یہ اعزاز حاصل ہے۔ کہ اُن کا مجموعہ ''صدقِ صمیم'' حمدیہ شاعری میں اُردو کا اہم مجموعہ کلام ہے۔ اس کے علاوہ محمد□ محور عالم، نعتیہ مجموعہ کلام ہے۔ ''سلام اے فاطمہ کے لال'' ، ''ساونوں کے بعد'' سلکِ غزل، گرداب گماں، اسلوبِ وفا اور ''طواف ذات'' ان کی نظموں اور غزلوں کے مجموعے ہیں۔ اُن کے شعری تصنیفات میں بہ اعتبار موضوع حیرت انگیز تنوع موجود ہے۔ اُن کی غزل ہو کہ نظم، گہرے غوروفکر، موضوعات کی قوسِ قزاح، اسلوب کی تازہ کاری اور تخیل کی جدتّ طرازی کی تمثال ہے۔ انھوں نے چمنستان شعر کو گل ہائے رنگ رنگ سے سجایا ہے۔ انھوں نے اپنے منفرد طرزِ احساس، ضعت گرانہ اعجازِ فن اور ترفع تخیل سے دورِ حاضر کے اہم سخن وروں میں اپنی حیثیت مستحکم کرلی ہے:

شوکتِ شعر و سخن دیکھتا ہوں
یہ ہے گستاخ کمائی میری (۳۵(

ڈاکٹر توصیف شبنم اپنے ایک مضمون ''گستاخ بخاری معلوم سے نامعلوم تک'' میں اِن کی غزل کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''وہ غزل کی روایتی ساخت کو قائم رکھتے ہوئے موضوعات ولفظیات کے انتخاب میں آزادی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اپنی ذات پر اُن کو جواعتماد حاصل ہے۔ اُس نے اُن کے شاعرانہ لہجے کو بھی پر تیقن بنا دیا ہے۔''(۳۶(

گستاخ بخاری کی شاعری آشوبِ عصر کے ساتھ ساتھ آشوبِ ذات کا بھی فکری اظہار ہے۔ معاشرتی منافقت، استحصال، خود غرضی، ریاکاری اور عدم تحفظ دورِ حاضر کے ایسے مسائل اور رویے ہیں۔ جو ہمارے اجتماعی شعور کی چیرہ دستیوں کی علامت ہیں۔ انھوں نے اپنی ہنر مندانہ کاوش اور فکرونظر کی دروں بینی سے خیال و خواب کے وہ منظر تخلیق کیے ہیں۔ جن میں درد مندی کے ساتھ ساتھ احساسِ ذات کی استعاراتی معنویت بھی موجود ہے۔ اُن کے چند اشعار دیکھیے:

کوئی آواز ہی نہیں دیتا
شہر کا شہر مر گیا ہے کہیں (۳۷(

یوں تو آباد ہے جہاں تیرا
نسلِ انسان چیدہ چیدہ ہے (۳۸(

گستاخ بخاری شعر کے پردے میں اپنی ذات کا سفر شروع کرتے ہیں تو اُس کا انجام کائنات وموجودات کی تفہیم پر ہوتا ہے اُن کی غزل باطن کی گہرائیوں کی ترجمان ہے۔ وہ اپنے وجدان کے سہارے عرش سے پارکا نظارہ بھی کرلیتے ہیں:

عرش سے پار جاپڑی ہے نگہ
درمیان کہکشاں رہی ہی نہیں (۳۹(

گستاخ بخاری دِل کو عرش الٰہی سمجھتے ہوئے معجزات کے متمنی ہیں۔ آنکھوں میں خواہشِ جمال یار کے ستارے سجائے وہ ''خیال یارمی رقصم'' میں محونظر آتے ہیں:

نچائے جارہا ہے دِل، خیال یارمی رقصم
درونِ رنج می رقصم، سر دیدارمی رقصم (۴۰(

گستاخ بخاری نے جھنگ کی ادبی روایت میں نمایاں اضافہ کیا ہے۔ جھنگ کے ادب کا منظر نامہ اُن کے بغیر بالکل اُدھورا نظر آتا ہے۔ گستاخ بخاری نے غزل اور نظم کے ساتھ مرثیے سلام اور منقبت کی ادبی روایت میں بھی قابل قدر اضافہ کیا ہے اور اپنا رنگ تغزل برقرار رکھا ہے۔ محمد شفیع بلوچ لکھتے ہیں:

''گستاخ بخاری بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں یہی وجہ ہے کہ اُن کے سلاموں... میں سبھی اجزاء کے علاوہ متغزلانہ ایمائیت بھی پائی جاتی ہے۔''(۴۱(

محمود شام سرزمین جھنگ کو صحافت اور ادب میں متعارف کروانے والی نہایت اہم شخصیت ہیں۔ غزل نظم، افسانہ نگاری، انشائیہ نگاری، سفرنامہ نگاری اور تراجم کے لحاظ سے اِن کی شخصیت نہایت اہم ہے۔ اُن کی شاعری میں جھنگ کا فکری رنگ جھلکتا نظر آتا ہے۔ صحافی ہونے کے ناتے چونکہ اُن کی نظر ملکی اور غیر ملکی واقعات پر رہتی ہے۔ لہٰذا اُن کے ہاں ہمیں سوچ کے نئے زاویے ملتے ہیں۔ موضوعات میں گہرائی اور گیرائی موجود ہے۔ موجودہ معاشرے کی بے حسی کو شدید الفاظ میں حرفِ تنقید بناتے ہیں۔ اُن کے شعری مجموعوں میں ''چہرہ چہرہ میری کہانی'' نوشتہ دیوار، قربانیوں کا موسم'' ''محلوں میں سرحدیں'' اور آخری رقص'' شامل ہیں۔ ''آخری رقص'' غیر ملکی نظموں کے تراجم پر مشتمل مجموعہ کلام ہے۔

محمود شام کو طالب علم کے زمانے سے ہی اُردو شاعری کے ساتھ لگاؤ تھا۔ محمود شام بی۔اے میں گورنمنٹ کالج ، جھنگ کے میگزین کارواں'' کے ایڈیٹر ہے۔ گورنمنٹ کالج، لاہور سے ایم۔ اے فلاسفی کرنے کے بعد آپ قندیل، نوائے وقت اور اخبارِ جہاں سے وابستہ رہے۔ آج کل بھی اپنی صحافی ذمہ داریاں ادا کررہے ہیں۔ حالات حاضری پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ خصوصاً 11/9 کے واقعات کے حوالے سے امریکہ کی سوچ کو سخت لفظوں میں حرفِ تنقید بناتے ہیں۔ اِس حوالے سے اُن کی نظم ''کیسے اتحادی ہو۔'' کی چند لائنیں دیکھیے:

دوستی کا دعوی ہے دشمنوں سا لہجہ ہے
حد بھی پار کرتے ہو روز وار کرتے ہو
سازشوں کے عادی ہو، کیسے اتحادی ہو
خون بھی بہاتے ہو، پیار بھی جتاتے ہو (۴۲(

محمود شام کے کلام میں اصلاح کی سوچ نمایاں ہے۔ وہ فن برائے مقصد کے قائل نظر آتے ہیں۔ پورے معاشرتی نظام کا دقیق نظری سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ خیرالدین انصاری لکھتے ہیں:

''اُس کے ہاں زیست کی تلخی، عصر حاضر کے انسان کی ذہنی اُلجھنوں کا تجزیہ، تمدنی زندگی کے مسائل کا دقیق مطالعہ، اور عالمی اقتصادی وسیاسی نظام کے پیچ وخم کا تذکرہ ملتا ہے۔''(۴۳(

محمود شام ادبی حیثیت سے ایک معروف شخصیت ہیں اور جھنگ کی ادبی روایت کا ایک معتبر حوالہ ہے۔

ڈاکٹر خواجہ محمد ذکریا ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ کو غلام نبی کے ہاں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے وقت اِن کے خاندان نے امرتسر سے جھنگ ہجرت کی۔ بی۔ اے تک تعلیم جھنگ سے حاصل کی ایم۔ اے (اُردو) ۱۹۶۲ء میں گورنمنٹ کالج، لاہور سے کیا اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۷۴ء میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

خواجہ محمد ذکریا نے ۱۹۶۲ء میں گورنمنٹ کالج، لاہور سے لیکچرار کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا۔ اور ترقی پاتے پائے پروفیسر ہوئے پنجاب یونیورسٹی میں بطور پروفیسر کام کیا۔ چین اور جاپان میں بھی ماہر مضمون کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ آپ مختلف انتظامی عہدوں پر بھی فائز رہے۔ آج کل ''مغربی پاکستان اُردو اکیڈیمی، لاہور میں جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر خواجہ زکریا مشہور محقق، نقادّ اور شاعر ہیں۔ آپ کی تحقیق وتنقید سے متعلق کتابوں کی خاصی تعداد موجود ہے۔ جن میں (۱) نئے پرانے خیالات (۲) منشی پریم چند کے افسانوں کا تنقیدی جائزہ (۳) کلیاتِ مجید امجد (۴) اُردو میں قطعہ نگاری کی روایت (۷) تفہیم بال جبریل (۸) اَن گنت سورج (۹) کلیاتِ حفیظ جالندھری (۱۰) اقبالیات چند نئی جہان، (۱۱) انتخابِ کلام مجید امجد وغیرہ شامل ہیں۔

خواجہ محمد زکریا ابتداء میں غزل گوئی کی طرف مائل تھے۔ لیکن بعد میں شاعری ترک کردی۔ اب پھر شاعری کی طرف رحجان ہے۔ اُن کا ایک شعری مجموعہ ''آشوب'' کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔

''آشوب'' دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اِن میں سے ایک حصہ ''آشوبِ حالات'' اور دوسرا ''آشوب ذات'' ہے۔ آشوب حالات میں ''پاکستانی بوڑھوں کا ترانہ'' ناصحِ مشفق، شہر شہیر، انقلابِ عراق، دورِنا مسعود'' اور ''دعویٰ'' شامل ہیں جب کہ آشوبِ ذات کے حصے میں ''شام بجھنے کو ہے'' ، ''جاپان میں اجنبی'' ''نادیدہ ربط'' اور ''کہاں تھیں تم'' شامل ہیں۔ اُن کی نظموں میں مشاہدات تجربات اور جذبات واحساسات کی ایک دنیا آباد ہے۔ ''آشوبِ ذات'' میں غزل اور حسن وعشق کے مضامین ملتے ہیں:

رنگِ رخ زرد ، چشم نم تنہا
جن کو دیکھا تھا ہم نے کم تنہا (۴۴(

خواجہ زکریا جمہوریت کے حق میں ہیں۔ اِس لیے وہ آمریت کو حرفِ تنقید بناتے ہیں۔ آمریت دور کی تصویر کشی نہایت دِل گداز انداز میں کرتے ہیں:

معزز ہیں وہ بچے بیچنا جن کی تجارت ہے
نہتی عورتوں پر ظلم کرنا جن کی مردی ہے

یہاں کچھ با ضمیر انسان بھی ہوتے تھے کبھی پر اب
ضمیروں کی لگی ہیں منڈیاں یا غنڈا گردی ہے (۴۵(

خواجہ محمد زکریا کا تحقیق وتنقید میں منفرد مقام ہے۔ لیکن شاعری میں بھی انھوں نے مقصدیت کو فروغ دے کر اُردو وادب میں اپنی انفرادیت قائم کی ہے۔ شعری مجموعے کا نام ''آشوب'' رکھنا اُن کی روحِ عصر سے وابستگی کو ظاہر کرتا ہے۔

فرحت عباس شاہ ۱۹۶۵ء کو جھنگ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جھنگ سے حاصل کی۔ ایم۔ایس۔ سی گورنمنٹ کالج، جھنگ سے کیا اور ایم۔ اے فلسفہ پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔ آج کل ''شام کے بعد'' پبلی کیشنز کے ادارے سے وابستہ ہیں اور لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔ مختلف ٹی۔وی پروگراموں میں بھی حصہ لے چکے ہیں۔

فرحت عباس شاہ زود گوشاعر ہیں۔ اُن کی شاعری کی متعدد کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ اُن کی سب سے پہلی کتاب ''شام کے بعد'' شائع ہوئی۔اُس میں موجود ''شام کے بعد'' والی ردیف کی غزل نے بہت شہرت حاصل کی۔ انھوں نے شاعری کی بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔اتنی بہت سی کتب کا خالق ہونا بذاتِ خود ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے۔

فرحت عباس شاہ نے آزاد اور پابند نظمیں لکھی ہیں اُس کی غیر عروضی نظموں میں ہماری حقیقی بودوباش روزمرہ معلومات، تخیلات، مشاہدات اور تجربات کا منظر نامہ اپنی ماحولیاتی جزئیات کے جلو میں وارد ہوتا ہے۔ وہ دلائل کے مواد سے خیال کا ڈھانچہ استوار کرکے صدر دروازے پر سوالیہ نشان کی تختی آویزاں کردیتا ہے۔ فرحت شاہ نے عام لوگوں کے دکھوں کو اپنی نظم کا موضوع بنایا ہے۔

فرحت عباس شاہ کی غزل میں معاشرتی موضوعات ملتے ہیں۔ اُن کی شاعری کی ایک اور خوبی پنجابی الفاظ کا استعمال ہے۔ اُن کی غزل کے چند اشعار دیکھیے:

تحریر بیچ کر ، تو کبھی بات بیچ کر
پاتے ہیں رزق صورتِ حالات بیچ کر

واقف نہ تھے تجارتِ مہرو وفا سے جو
لوٹے ہیں پائی پائی میں جذبات بیچ کر (۴۶(

فرحت عباس شاہ کو ہم دورِ حاضر کا ایسا متنوع فنکار قرار دے سکتے ہیں۔ جس کی تخلیقات کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔

غائر عالم کا اصل نام اظہر حسن ہے۔ نظم اور غزل دونوں میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ جھنگ کی سرزمین سے تعلق رکھنے والا یہ شاعر نسلِ نو کا نمائندہ شاعر ہے۔ جو تصور اور شے کو لفظ ومعنی کی صورت قرار دیتے ہوئے خود ایسا استعارہ بن جاتا ہے۔ جس کے قرینے میں خود اس کے ابدی وجود کی تمثال جھلکتی ہے۔ وہ خورشید کی بجائے نجم سحر کی طرح چمکنا پسند کرتا ہے۔

اِس کے دو شعری مجموعے ''محض'' اور ''راکھ کا الاؤ'' شائع ہوچکے ہیں۔ ''راکھ کا الاؤ'' میں پابند اور آزاد نظمیں شامل ہیں۔ اِس مجموعے میں اُن کی نظم ''راکھ کا الاؤ'' بھی شامل ہے۔ یہ نظم

دراصل مادیّ قدروں کے حسن ظاہر میں کھوئے انسان کا نوحہ ہے۔ اِس میں مختلف تمثالیں تراشی گئی ہیں۔ اِس نظم کے بارے میں ڈاکٹر طارق ہاشمی لکھتے ہیں:

''راکھ کا الاؤ'' کے کردار نظم کے تسلسل میں اگرچہ پوری طرح سامنے نہیں آتے اور تخلیق کار کے فلسفہ حیات کے اظہار کے لیے محض لمحہ بھر کو ظہور کرتے ہیں۔ تاہم نظم کی مجموعی معنویت کے تناظر میں فکری سطح پر نظم کے اوّل تاآخر موجود نظر آتے ہیں۔''(۴۷(

''راکھ کا الاؤ'' میں کچھ تاریخی کردار بھی نظر آتے ہیں۔ غزوہ اُحد میں مال سمیٹتے ہوئے اسلامی لشکر بھی نمایاں ہیں:

حرفِ تکبیر کے ٹکراؤ میں
تیز بھگدڑ رہے سرِ کوہِ اُحد
چیختی ڈوبتی آواز یمان
اور سرا سیمگی میں
ایک دوجے پہ اُلٹتے ہوئے دستوں سے
اُلجھتا ہوا شور
قدقتل... نفس ذکی
اَعلٗ ھبل ، اَعْل ھبل(۴۸(

غائر عالم کا دوسرا مجموعہ کلام ''محض'' ہے۔ جوکہ اِس کائناتِ فانی میں انسان کے مجمورِ محض ہونے کی داستان ہے۔ نظموں اور غزلوں پر مشتمل یہ مجموعہ کلام مثال پبلشرز، فیصل آباد نے ۲۰۰۸ء میں شائع کیا۔ عالم نظم کے ساتھ ساتھ غزل میں بھی منفرد اسلوب کی وجہ سے جانے جاتے ہیں۔ غزل کے چند اشعار دیکھیے:

وہی ہے شام کا منظر، وہی شفق کی دلیل
کسی اُفق تو کھلے اپنی انتہائے اصیل (۴۹(

نسل نو کا یہ نمائندہ شاعر اپنے فکری وفلسفیانہ موضوعات کی بنا پر جھنگ کی ادبی روایت کے تسلسل میں اہم اضافہ ہے۔

عامر عبداللہ کا اصل نام عامر شہزاد ہے۔ ۱۹۷۶ء میں شہر جھنگ میں پیدا ہوئے۔ اِن کے اب تک دو مجموعے منظرعام پر آچکے ہیں۔ جن میں ''میں تنہا کھڑا ہوں'' ۲۰۰۶ء اور ''سینہ خاک'' ۲۰۰۹ء میں شائع ہوا۔ ''میں تنہا کھڑا ہوں'' نظموں کا اور ''سینہ خاک'' غزلیات پر مشتمل ہے۔

عامر عبداللہ کی شاعری اُس کی فنی پختگی کی علامت ہے۔ الفاظ کا چناؤ برمحل اور جدید علامتی انداز کے استعمال میں مہارت حاصل ہے۔ اُس کا فکری شعور اُسے کائنات کی تفہیم پر اُکساتا ہے۔ غزل اور نظم دونوں میں یکساں مہارت رکھتے ہیں۔ غلام شبیر اسد لکھتے ہیں:

''عامر کا آہنگِ غزل اُن کے عہد کا وژن ہے دراصل انھوں نے یہ آہنگ، وژن، پیراڈائم اپنے عہد میں تلاش کرنے کی بھر پور کوشش کی ہے... اِن کے سوچنے کا عمل موجودہ آفاقی قدروں سے تشکیل

پاتا ہے۔ اور درپیش زمانے اور اُس کے جمالیاتی مراتب کو مثبت انداز میں عبور کرنے کی پرزور صلاحیت سے متن متشکل ہوتا ہے۔''(۵۰(

عامر عبداللہ کا شمار نئی نسل کے شعراء میں ہوتا ہے۔ لیکن اِس نوجوان کی شاعری میں ہمیں جھنگ کا نمایاں اور توانا ثقافتی اظہار ملتا ہے۔ جمالِ زیست کے اسرار ورموز سے آگاہ ہیں۔ عامر عبداللہ کے چند اشعار دیکھیے:

زوال رنگ، زوال جمالِ زیست سہی
جمالِ رنگ ہی ٹھہرا اگر گمان تو پھر (۵۱(

عامر عبداللہ عہد جدید کا وہ نمائندہ شاعر ہے۔ جو اس مادیّ جد لیات کے پیرا میٹرز کو سمجھتا ہے اور رومانی متخیلہ کی بجائے سنجیدہ اور بامعنی طرزِ اظہار کا قائل نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر ناصر عباس نیر لکھتے ہیں:

''عامر عبداللہ کا شمار اُن تخلیق کاروں میں ہوتا ہے۔ جو دنیا کا کلی وژن رکھتے ہیں وہ دنیا کا محض حسی تجزیہ نہیں کرتے بلکہ حسی اور فکری سطحوں پر بیک وقت متحرک ہیں۔''(۵۲(

عامر عبداللہ کی منظومات اپنے اندر نیا پن رکھتی ہیں وہ غزل اور نظم کے فن سے بخوبی آگاہ ہے۔

فرخ زہرا گیلانی جھنگ کی ادبی روایت کا جانا پہچانانام ہے۔ وہ غزل میں اپنی انفرادیت اور شناخت رکھتی ہیں۔ اُن کی نظموں میں بھی ایک خاص آہنگ موجود ہے۔ انہوں نے عورت کی نفسیات کو بڑی گہرائی سے پیش کیا ہے:

کیوں اس کو تصویر کیا ہے
رسموں میں زنجیر کیا ہے (۵۳(

فرخ زہرا کی شاعری میں جذبات کی فراوانی ہے۔ اُن کی شاعری میں جھنگ کے مخصوص ماحول کی جھلک نظر آتی ہے۔

جھنگ دھرتی کی ایک اور قادر الکلام شاعرہ مسرت جبیں زیبا ہیں۔ مسرت کی شاعری میں جابجا جھنگ کی تہذیب و ثقافت کا رنگ نظر آتا ہے:

رانجھے سے پوچھنا ہے بڑی مدتیں ہوئیں
کس حال میں ہے ہیر ذرا جا کے جھنگ دیکھ (۵۴(

نجم الاصغر شاہیا بھی جھنگ کی شعری روایت میں خوب صورت اضافہ ہیں۔عمران جعفر نے ہجر و وصال کے موضوع کو دلکش انداز میں پیش کیا ہے:

ہم بنجارے برسوں سے جو غبار اُڑاتے پھرتے ہیں
دھرتی کے بن باسیوں کا اُدھار چکاتے پھرتے ہیں (۵۵(

علی نقی خان کی شاعری میں حسن کا بیان اچھوتے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ علی اکبر منصور کی شاعری میں یادِ رفتگاں کی جھلک نظر آتی ہے۔

عصر حاضر کے جھنگ کے شعرا میں محمد انیس انصاری، غلام عباس، شکیل جاذب، حسین محی الدین، عباس اطہر،عباس ہادی چغتائی، قاسم عدیل، ڈاکٹر محسن مگھیانہ، مقصود الحسن ترمذی، ملک عاشق حسین شاکر اور علی کوثر جعفری کا نام سرفہرست ہے۔

ان کے علاوہ جھنگ کے شعراء کی ایک کثیر تعداد ہے جن کی شاعری میں جھنگ کا اپنا مخصوص رنگ نظر آتا ہے۔ شاعری میں جھنگ کی تہذیب و ثقافت کی انہی خوبیوں کی وجہ سے جھنگ رنگ کو دبستانِ جھنگ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

حوالہ جات:

(۱) مظفر علی ظفر، سید، جدید سیاسی جغرافیہ ضلع جھنگ، جھنگ: جھنگ ادبی اکیڈیمی، ۱۹۶۶ء ص: ۱۰۰

(۲) عامر سہیل، سید، مجید امجد، بیاض آرزو بکف، ملتان: بیکن بکس، ۱۹۹۵ء ص: ۶۷

(۳) بلال زبیری، تاریخِ جھنگ، جھنگ: جھنگ ادبی اکیڈیمی، ۱۹۷۶ء ، ص: ۴۷۸

(۴) سیّد عبداللہ، ڈاکٹر، شبِ رفتہ، مشمولہ، مجید امجد ایک مطالعہ، مرتب، حکمت ادیب: جھنگ: جھنگ ادبی اکیڈیمی، ۱۹۹۴ء ، ص: ۱۸۷

(۵) رفیق سندھیلوی، شبِ رفتہ کا ایک حیرت افزاپہلو، مشمولہ، مجید امجد ایک مطالعہ، مرتبہ، حکمت ادیب، جھنگ: جھنگ ادبی اکیڈیمی، ۹۹۴ء ، ص: ۴۵۰

(۶) عامر سہیل، سید، مجید امجد، بیاض آرزو بکف، ملتان: بیکن بکس، ۱۹۹۵ء ص: ۷۵

(۷) جعفر طاہر، غزلیات جعفر طاہر، مرتبہ، سلیم تقی شاہ، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۰۸، ص: ۲۶

(۸) محمد ممتاز ملک، شاعر جھنگ رنگ، شیر افضل جعفری، ملتان، احمد محمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۳، ص: ۶۹

(۹) شیر افضل جعفری، سانولے من بھانولے، لاہور: انجمن، ۱۹۶۵، ص: ۸۶

(۱۰) ایضاً ، ص: ۱۰۸

(۱۱) انور سدید، ڈاکٹر ، اُردو ادب کی مختصر تاریخ، لاہور: اے۔ایچ۔پبلشرز ، ۱۹۸۶، ص: ۴۹۸

(۱۲) طاہر تو نسوی، ڈاکٹر، حرفِ تنقید، مشمولہ، شاعر جھنگ رنگ، شیر افضل جعفری، ملتان: احمد محمد پبلی کیشنز ، ۲۰۰۳، ص:۹

(۱۳) شفیع ہمدم، دل د وستاں سلامت، جھنگ: مجید بک ڈپو ۲۰۰۰، ص: ۵۰

(۱۴) احمدندیم قاسمی، حرفِ اوّل، مشمولہ، پیٹڑ اور پتے، رام ریاض، جھنگ: جھنگ ادبی اکیڈیمی، ۱۹۸۵ء ص: ۶

(۱۵) رام ریاض، پیٹڑ اور پتے، جھنگ: جھنگ ادبی اکیڈمی، ۱۹۸۵، ص: ۸۲

۱۶)	شفیع ہمدم، دل د وستاں سلامت، جھنگ: مجید بک ڈپو، ۲۰۰۰، ص: ۴۸
۱۷)	رام ریاض، پیڑ اور پتے، جھنگ، جھنگ ادبی اکیڈمی، ۱۹۸۵، ص: ۴۰
۱۸)	ساحر صدیقی، غزل، مشمولہ، صنعتی پاکستان، فیصل آباد: ایڈیٹر، نظام الدین انصاری شمار اگست ۱۹۵۹ء
۱۹)	ساحر صدیقی، یادگارِ ساحر، مرتبہ، پروفیسر حیات خان سیال وحکمت ادیب، جھنگ: حلقہ اربا غالب، ۱۹۷۸ء، ص: ۲۵
۲۰)	شفیع ہمدم، دل دوستاں سلامت، جھنگ: مجید بک ڈپو ۲۰۰۰ء ، ص: ۷۸
۲۱)	معین تابش، مہر بہ لب رواں دواں ، جھنگ: حلقہ ارباب ذوق، ۲۰۰۶، ص: ۶۴
۲۲)	ایضاً ، ص: ۱۹
۲۳)	ناصر عباس نیرّ، پیشِ نظر، پر ایک نظر: مشمولہ، انگارے، جو لائی ۲۰۰۷ء، ص ۶۳
۲۴)	صفدر سلیم سیال، پیش ِنظر، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص ۳۳
۲۵)	ایضاً ص: ۶۳
۲۶)	احمد ندیم قاسمی، صفدر سلیم سیالؔ کا امتیاز، مشمولہ، پیش نظر، صفدر سلیم سیال، لاہور : الحمد پبلی کیشنز ، ۲۰۰۷، ص ۱۳
۲۷)	احمد ندیم قاسمی، صفدر سیلم سیالؔ کا امتیاز، مشمولہ، پیشِ نظر، صفدر سلیم سیال، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص ۱۳
۲۸)	صفدر سلیم سیال، پیشِ نظر، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء اندرونی فلیپ
۲۹)	ایضاً، ص ۸۳
۳۰)	ایضاً ص : ۸۴
۳۱)	عبدالعزیز خالد، ثانی لاثانی، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، ۱۹۸۵ء ، فلیپ
۳۲)	فرمان فتح پوری ، ڈاکٹر، اُردو شاعری اور پاکستانی معاشرہ، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۷، ص: ۱۸۸
۳۳)	عبدالعزیز خالد، حدیثِ خواب ، راولپنڈی: ماوراپبلشرز ، ۱۹۷۴ء ص ۷
۳۴)	عبدالعزیز خالد، زنجیر رم آہو، لاہور: مقبول اکیڈیمی، ۱۹۸۷، ص: ۲۳۲-۳۳۳
۳۵)	گستاخ، بخاری، طوافِ ذات، فیصل آباد، مثال پبلشرز ۲۰۱۱، ص: ۲۴۴
۳۶)	توصیف تبسم، ڈاکٹر، گستاخ بخاری ، معلوم سے نامعلوم تک، مشمولہ، طوافِ ذات، گستاخ بخاری، فیصل آباد، مثال پبلشرز، ۲۰۱۱، ص: ۱۷۰
۳۷)	گستاخ بخاری، طواف ذات، فیصل آباد: مثال پبلشرز ۲۰۱۱، ص: ۲۲۴
۳۸)	ایضاً، ص: ۲۹۰
۳۹)	ایضاً، ص: ۲۱۰
۴۰)	ایضاً، ص: ۳۴

۴۱)	طارق ہاشمی، ڈاکٹر، نئی مٹی کالمس مانگتا ہے۔ مشمولہ ، طوافِ ذتِ گستاخ بخاری، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۱، ص:۲۳۸

۴۲)	www.mahmoodsham.com Date, 21.06.2013 7:35 P.M

۴۳)	خیر الدین انصاری ، مہکتی ڈال، جھنگ: انصاری پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، ص: ۹۴

۴۴)	محمد زکریا، خواجہ، آشوب، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۰، ص: ۱۲۹

۴۵)	ایضاً ، ص ۲۶

۴۶)	فرحت عباس شاہ، صحراخرید لائے ہیں، لاہور: گورا پبلشرز، ۱۹۹۴ء ، ص: ۱۹

۴۷)	طارق ہاشمی، ڈاکٹر، اُردو نظم کی معاصر تصویر اور کرداروں کا تنوع، مشمولہ، نقاط (نظم نمبر) ، اسلام آباد : پورب اکادمی شمارہ۵، ص:۵۲

۴۸)	غائر عالم، راکھ کا الاؤ، فیصل آباد، مثال پبلشرز ۲۰۰۷ء ، ص: ۹۸

۴۹)	غائر عالم، محض ، فیصل آباد، مثال پبلشرز ۲۰۰۸ء ، ص: ۶۷

۵۰)	غلام شبیر اسد، اندازِ دیگراں سے پرے، مشمولہ، سینۂ خاک، عامر عبداللہ، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۰۹، ص:۱۱۵

۵۱)	عامر عبداللہ، سینۂ خاک، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۰۹، ص: ۷۳

۵۲)	ایضاً ، بیرونی فلیپ

۵۳)	فرخ زہرا گیلانی، بنت حوا، لاہور: ماورا پبلشرز، ۲۰۰۰ء، ص:۸۴

۵۴)	مسرت جبیں زیبا، عذاب دربدری ، لاہور: خزینہ علم و ادب، ۲۰۰۴ء، ص:۲۴۵

۵۵)	عمران جعفر، عذاب ہجر، جھنگ: حیدر اشفاق پریس، ۲۰۰۰ء، ص:۱۱

/....../